محمد ذکوان ندوی

# لفظ اور معنی کا تعلق

ایک سیکولر مسلمان تاجر سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے بتایا کہ وہ خدا اور 'مذہب' میں یقین نہیں رکھتے، البتہ قرآن کو وہ ایک ''ونڈرفل کتاب'' (wonderful book) مانتے ہیں۔ قرآن سے متعلق انھوں نے اپنی کئی 'دریافتیں' بتائیں۔ مثلاً انھوں نے کہا کہ قرآن کی آیت 'فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ'، ''تو اُن کے ساتھ جو عورتیں ہیں، اُن میں سے جو تمھارے لیے موزوں ہوں، اُن سے نکاح کر لو'' (النساء ۴: ۳) سے مراد معروف معنوں میں، عورتوں سے نکاح کرنا نہیں، بلکہ اِس کا مطلب: سماج کے بے چین افراد سے مل کر اُن کے ساتھ ہم دردی اور تعاون کا معاملہ کرنا ہے۔

اِس مجتہدانہ تفسیر کی لغوی تحقیق پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنے مخصوص استدلالی انداز میں انھوں نے فرمایا کہ عربی لغت میں 'الناس' اور 'النساء'، دونوں الفاظ کا مادہ (root) ''ن، س، و'' ہے۔ انھوں نے بتایا کہ عربی زبان میں اِس مادے کا بنیادی مفہوم ہے: بے چین و مضطرب افراد۔ اِسی طرح انھوں نے بتایا کہ لفظ 'النساء' اسمِ جنس (generic noun) ہے، وہ اسمِ تخصیص (particular noun) نہیں ہے۔ لہٰذا 'فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا، فَوَاحِدَةً'[1] سے مراد ایک سے زیادہ نکاح نہ ہونے کی صورت میں، صرف ایک عورت سے 'نکاح' کر لینا ہرگز مراد نہیں ہو سکتا۔

میں نے عرض کیا: اسم جنس سے مراد وہ اسم ہے جو کسی نوع کے ہر فرد کے لیے مستعمل ہو، مگر وہ اُس فرد

---

[1] النساء ۴: ۳۔ ''پھر اگر ڈر ہو کہ (اُن کے درمیان) انصاف نہ کر سکو گے تو (اِس طرح کی صورت حال میں بھی) ایک ہی بیوی رکھو''۔

کے صرف کسی ایک جزو پر نہ بولا جا سکے۔ جیسے آدمی، عورت، وغیرہ۔ لہٰذا مثال کے طور پر، آدمی یا عورت کے کسی عضو کو آدمی یا عورت یقیناً نہیں کہا جا سکتا۔

تاہم قرآن کی مذکورہ آیت کے وہ معانی جو آپ نے ارشاد فرمائے، مستند اور متداول لغات عرب میں سرتاسر اجنبی ہیں۔ آپ کے ارشاد 'فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تَعۡدِلُوۡا، فَوَاحِدَةً' سے مراد ایک عورت سے نکاح نہیں، کیونکہ لفظ 'النِّسَآء' اسم جنس ہے۔ اِس ارشاد کے متعلق عرض ہے کہ زیر بحث آیت میں لفظ 'وَاحِدَة' ایک سے زیادہ نکاح نہ ہونے کی صورت میں، واضح طور پر صرف ایک عورت سے نکاح کے مفہوم پر دلالت کر رہا ہے۔ انھوں نے اِس بات کی تردید میں مزید 'دلائل' دیے، جو اُنھی کے الفاظ میں یہاں نقل کیے جا رہے ہیں:

An-Nisa: (النساء) The urges. The root word is noon-seen-alif means urge, desire- I have no idea why all scholars ignore this root word. The popular root word of nisa is noon-seen-waw (ن س و)._Please check the basic meaning of 'Nisa' in Edward William Lane (1801-1876) -Arabic-English Lexicon- page .2785

For the basic meaning of nisa- urge - Staff or stick with which cattle's or beasts are driven is called-منسأة Quran 34: 14 -مِنسأته- his stick/ staff; منسأة is one of the derivative of nisa [نسا]. Al-Nisa means specific urge of an individual. When I inquired the reason for ignoring ن س أ as the root word of نساء they would simply defend by saying it is against the convention, no valid reason was given.

چنانچہ اِس لغت غریب اور اِس عجیب 'تحقیق' کے مطابق، سورۂ نساء کی آیت نمبر ۴ کا ترجمہ خود موصوف محترم کے اپنے الفاظ میں سنیے اور اِس نادر ترین نکتہ سنجی پر سر دھنیے:

وَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تُقۡسِطُوۡا فِی الۡیَتٰمٰی فَانۡکِحُوۡا مَا طَابَ لَکُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ مَثۡنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تَعۡدِلُوۡا، فَوَاحِدَةً اَوۡ مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ ؕ ذٰلِکَ اَدۡنٰۤی اَلَّا تَعُوۡلُوۡا:

If you fear that you shall not be able to deal justly to yourself, concerning the unmatched/ unique/ isolated urges, then merge (فَانۡکِحُوۡا) what seems suitable from the urges [nisa] of your choice, two or three or four; but if you fear that you shall not be able to deal

justly with them, then only one, or which you can control, that will be more suitable, to prevent you from doing injustice to you.

زبان کے اِس عجیب بیان و استدلال پر ماتم کے سوا اور کیا کیا جا سکتا ہے:

بریں علم و دانست، بباید گریست!

## لفظ اور اُس کا مفہوم

یہاں مجھے لفظ اور معنی کے اِس رشتے سے متعلق استاذ وحید الدین خاں کی ایک قیمتی تحریر یاد آ رہی ہے۔ ذیل میں صرف اُس کا ایک متعلق حصہ ملاحظہ فرمائیں:

''ہر لفظ کا ایک مفہوم ہوتا ہے۔ یہ مفہوم لفظ کے ساتھ اُس کے جزوِ لاینفک (inseparable part) کے طور پر شامل رہتا ہے۔ جس طرح لفظ تاریخ میں سفر کرتا ہے، اُسی طرح اُس کا مفہوم بھی ساتھ ساتھ سفر کرتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زبان ہر دور کے لوگوں کے لیے باہم ایک قابل فہم وسیلہ بنی رہتی ہے۔ اگر لفظ اور معنی کے درمیان خلا واقع ہو جائے تو انسانوں کے درمیان بامعنی تبادلۂ خیال ختم ہو جائے گا اور انسانی بستیاں عملاً گونگے لوگوں کی بستیاں بن کر رہ جائیں گی۔

اِس معاملے کو عام طور پر اہلِ علم نے بیان کیا ہے۔ چنانچہ شاہ اسماعیل شہید دہلوی اپنی کتاب ''عبقات'' میں اِس نقطۂ نظر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: 'لا يخفى على من له أدنى ممارسة بأساليب الكلام أن هذا القول ناش عن جهل متراكم، إذ وضع الألفاظ لمعانيها من المتواترات' (عبقات: ۵) یعنی اسالیب کلام پر جس شخص کو ادنیٰ تعلق اور ممارست حاصل ہے، اُس سے یہ بات مخفی نہیں رہ سکتی کہ یہ نقطۂ نظر (کہ لفظ اپنے معنی کے ساتھ متواتر نہیں ہوتا) سرتاسر جہالت ہے۔ اِس لیے کہ لفظ کا اپنے معنی کے لیے وضع ہونا ایک ایسا عمل ہے جو تواتر پر مبنی ہے۔ ('میزان'، جاوید احمد غامدی ۳۳)

اِس معاملے کو سمجھنے کے لیے ایک مثال لیجیے۔ عربی زبان کا ایک لفظ 'أخ' ہے۔ یہ لفظ اپنے ابتدائی لغوی مفہوم کے لحاظ سے، سگے بھائی (blood brother) کے لیے استعمال ہوتا ہے، مگر اِسی کے ساتھ اِس کا ایک استعاراتی مفہوم (metaphorical meaning) بھی ہے، یعنی کسی کو غیر خونی رشتے کے باوجود اظہار تعلق کے لیے بھائی کہنا۔ 'أخ' کا یہ استعاراتی مفہوم بھی قدیم زمانے سے چلا آ رہا ہے اور اب تک مسلسل طور پر وہ اُسی طرح لوگوں کے درمیان بولا اور سمجھا جاتا ہے۔

عرب میں ظہور اسلام سے قبل کا جو زمانہ تھا، اُس کو جاہلیت کا زمانہ کہا جاتا ہے۔ ابو تمام الطائی (وفات: ۲۳۱ھ)

نے قدیم عرب شعرا کے کلام کا ایک منتخب مجموعہ تیار کیا تھا جو بعد کو ''دیوان الحماسة'' کے نام سے شائع ہوا۔ اِس مجموعے میں جاہلی دور کے ایک تغلبی شاعر عمیر بن شییم بن عمرو القطامی (وفات: ۱۳۰ھ) کے کچھ اشعار نقل کیے گئے ہیں۔ اِن میں سے ایک شعر یہ ہے:

وأحیانًا علیٰ بکر أخینا
إذا ما لم نجد إلا أخانا

''اور کبھی ہم اپنے بھائی بنو بکر سے لڑ جاتے ہیں۔ جب ہم اپنے بھائی کے سوا کسی اور کو نہیں پاتے۔''

عرب شاعر کے اِس شعر میں 'أخ' کا لفظ اپنے ابتدائی مفہوم میں نہیں ہے، یعنی وہ سگے بھائیوں کے لیے استعمال نہیں ہوا ہے۔ اِس شعر میں یہ لفظ اپنے استعاراتی مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ شاعر نے جب یہ لفظ اپنے شعر میں اس کے استعاراتی مفہوم میں استعمال کیا۔ اُس وقت یہ لفظ اپنے اِس مفہوم کے لحاظ سے ایک معروف لفظ بن چکا تھا، اِس لیے کسی کو اس کے سمجھنے میں مشکل پیش نہیں آئی۔

اِسی طرح ۱۹۲۸ء میں شیخ حسن البنا کی قیادت میں مصر میں عربوں کی ایک مذہبی تنظیم بنی۔ اِس کا نام ''الإخوان المسلمون'' رکھا گیا۔ تنظیم کے اِس نام میں ''الإخوان'' کا لفظ اپنے ابتدائی لغوی معنی میں نہیں ہے، بلکہ وہ اپنے استعاراتی معنی میں ہے، یعنی سگے بھائیوں کے معنی میں نہیں، بلکہ اسلامی بھائیوں کے معنی میں۔

اب اگر کوئی شخص یہ کرے کہ وہ 'الإخوان المسلمون' کے نام کو اُس کے ابتدائی لغوی معنی میں لے اور یہ کہے کہ یہ سگے بھائیوں (blood brothers) کی ایک تنظیم ہے، تو اُس کی یہ بات بلاشبہ ایک غیر علمی بات ہو گئی۔ کوئی بھی ذی علم آدمی اِس کو اہمیت نہیں دے گا اور نہ وہ اِس کی ضرورت سمجھے گا کہ اِس کا جواب دیا جائے ــــ یہی معاملہ تمام مستعمل عربی الفاظ کا ہے۔'' (ماہ نامہ الرسالہ، اگست ۲۰۱۴ء)

حقیقت یہ ہے کہ لفظ ہمیشہ اپنے مفہوم کے ساتھ سفر کرتا ہے، اُس سے بالکل مجرد ہو کر نہیں۔ مزید یہ کہ لفظ کا یہ مفہوم محض لغات کی بنیاد پر متعین نہیں ہوتا، بلکہ اُس کا تعین ہمیشہ اہل زبان کے اپنے استعمالات (usages) کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ ایسی حالت میں، کسی لفظ کا ایسا مفہوم بیان کرنا جو زبان کے اصل مفہوم سے معریٰ اور اُس کے استعمالات کے خلاف ہو، اُس سے استدلال ہرگز درست قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اِس طرح کے کسی استدلال کے لیے ضروری ہے کہ لفظ زبان و لغت اور استعمالات، دونوں اعتبار سے، اپنی واضح علمی بنیاد رکھتا ہو۔ [یکم جنوری ۲۰۲۴ء]